مرد و عورت دونوں کی ذمہ داریاں برابر ہیں

(فرمودہ جنوری ۱۹۲۵ء)

جنوری ۱۹۲۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی صاحبزادی محترمہ سلیمہ بیگم صاحبہ کا نکاح محترم میاں عبد الرحیم خان صاحب ہزاروی سے تین ہزار روپے مہر پر پڑھا۔[1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مردوں کو ایک فضیلت اور افسری حاصل ہے اور قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کی تعلیم سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے اور ان کو ایک درجہ دیا گیا ہے لیکن صرف ماتحتی اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ عورتیں محض ماتحتی کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں اور ان کا کوئی حق ہی نہیں ہے کیونکہ ماتحتی بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک ماتحتی تو ماتحتی کے لئے ہی ہوتی ہے اور اس کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ماتحت ہی رہے۔ جیسے جانوروں کی ماتحتی ہے، گھوڑے ہیں، گدھے ہیں، گائے بکریاں ہیں ان کی ماتحتی کی اصل غرض ہی یہی ہے کہ وہ انسان کے ماتحت ہی رہیں تاکہ ان کی ماتحتی سے انسان سکھ اور آرام حاصل کریں۔ خدا نے ان کو انسان کا مسخر بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم نے ان جانوروں کو تمہاری خدمت کے لئے پیدا کیا ہے اور تم کو ایسی طاقت دی ہے کہ تم ان پر حکومت اور افسری کر سکو۔ اور ایک گھوڑا اور ایک گدھا یا مرغی وغیرہ جانور اس لئے انسان کے ماتحت نہیں کئے گئے کہ ان کی عقل کم ہے بلکہ محض انسان کے فائدے اور اس کے آرام اور سکھ کے لئے پیدا

کئے گئے ہیں۔ اگر وہ جانور زکی بھی ہیں اور ان میں اگر عقل بھی پائی جاتی ہے تو بھی اس لئے کہ ان کی عقل اور ان کا زکی ہونا انسان کے کام آوے۔ مگر ایک ماتحتی مجبوری کی ماتحتی ہے اصل مقصد اس سے ماتحتی نہیں ہوتا کیونکہ اصل مقصد کے حصول میں بغیر اس کے کامیابی نہیں ہوسکتی اس لئے وہ ماتحتی بطور علاج ہوتی ہے نہ بطور اصل مقصد کے جیسے تربیت اولاد، بغیر اولاد کی ماتحتی کے بالکل نہیں ہوسکتی۔ جب تک ماں باپ اولاد پر پورا تصرف نہ رکھیں اولاد کی تربیت کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

اب اولاد کی ماتحتی جانوروں کی ماتحتی کی طرح نہیں کیونکہ جانوروں کی ماتحتی تو انسان کے فائدہ اور اس کے سُکھ اور آرام کے لئے ہے لیکن اولاد کی ماتحتی ماں باپ کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ اولاد کے فائدہ کے لئے ہے۔ اسی طرح انتظام کی درستی، تمدن اور باہمی نیک معاشرت اور اشتراک کے قیام کے لئے جب تک پریذیڈنٹ یا کوئی امیر نہ ہو سول اور سوشل تعلقات صحیح اور درست نہیں ہوسکتے۔ اب پریذیڈنٹ کی افسری کے یہ معنی نہیں کہ اس کے حقوق دوسروں سے زیادہ ہوجاتے ہیں۔ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کو یہ درجہ دیا جاتا ہے کہ اس کی رائے کو انتظامی معاملات میں فوقیت دی جاتی ہے۔ مگر اس کے شخصی حقوق دوسروں سے زیادہ نہیں ہوجاتے مثلاً ایک تجارتی کمپنی کا ایک پریذیڈنٹ ہو۔ اس کی رائے کو انتظامی معاملات میں فوقیت دی جاتی ہے مگر اس کے شخصی حقوق دوسروں سے زیادہ نہیں ہوجاتے۔ اس کی رائے کو تو بے شک وقعت دی جائے گی مگر وہ اپنی اس افسری کی وجہ سے یہ حق نہیں رکھتا کہ دوسروں کے حصہ پر بھی قبضہ کرلے کیونکہ اس کی افسری اور دوسروں کی ماتحتی باہم تعاون اور اشتراک کے قیام کے لئے ہے نہ اس لئے کہ دوسروں سے کام لے کر فائدہ اٹھائے۔

یہی ماتحتی ہے جو بیوی کی خاوند کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ جہاں آدمی زیادہ ہوں وہاں تو کثرت رائے پر بھی فیصلہ جاتا ہے مگر میاں بیوی دو آدمیوں میں کثرت رائے کا سوال بھی اٹھ جاتا ہے کیونکہ نوے فیصدی ایسے مرد ہیں کہ جو ایک بیوی سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتے کیونکہ اگر غور کیا جائے تو مرد و عورت کی تعداد قریباً برابر ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ معقول تعداد آدمیوں کی ایسی ہے کہ جو نکاح کی طاقت ہی نہیں رکھتے مگر عورتیں باوجود کمزوری کے نکاح کرسکتی ہیں اور پھر پانچ فی صدی مردوں میں سے بھی جو ایک سے زیادہ رکھ سکتے ہیں چند ایسے ہوں گے جو دو ہی رکھ سکیں گے اور چند ہی ایسے ہوں گے جو چار بھی رکھ سکیں گے۔ قانون

قدرت میں خدا تعالیٰ نے تعدد نکاح میں خود ہی حد بندی کردی ہے۔ ایک لیڈی نے انگلینڈ میں مجھ سے سوال کیا تھا کہ اس اجازت سے تو ضرورت کے بغیر ہی ہر کس و ناکس کثرت ازدواج کرنے لگ جائے گا۔ میں نے ان کو یہی جواب دیا کہ لوگ اس قدر عورتیں کہاں سے لائیں گے کہ ہر شخص ایک سے زیادہ نکاح کرنے لگے اگر ملک میں عورتیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ہر شخص ایک سے زیادہ نکاح کرسکتا ہے تو پھر میرے نزدیک ہر شخص کا فرض ہے کہ ایسا کرے تا ملک کی طاقت ضائع نہ جائے۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی قانون قدرت کے ذریعے اس کی حد بندی کردی ہے جس سے کوئی تجاوز نہیں کرسکتا۔ یہ طریق افسری اور ماتحتی کا جو میاں بیوی کے درمیان رکھا گیا ہے محض اس لئے کہ تا دونوں بغیر کسی قسم کی شکر رنجی کے ایک دوسرے سے تعاون کرسکیں۔ مرد کی اس افسری کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی وجہ سے عورت سے مرد کے حقوق کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ ۲؎ پہلے تو اصل منبع کی طرف توجہ دلائی کہ انسان کی تم اولاد ہو۔ کیا مرد اور کیا عورت۔ یہ نہیں فرمایا کہ مرد کو ہم نے افسری کے لئے پیدا کیا ہے اور عورت کو ماتحتی کے لئے۔ ایسا قرآن کریم میں کہیں نہیں آیا۔ اگر کچھ آیا ہے تو دونوں کے لئے آیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۳؎ کہ تم تسکین اور آرام حاصل کرو اس طرح کہ تم بیوی سے محبت کرو اور بیوی تم سے محبت کرے۔ تم بیوی پر مہربانی کرو اور بیوی تم پر مہربانی کرے بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کے تقویٰ کے لئے بطور لباس بنایا ہے۔ حالانکہ صرف عورتیں مردوں کے لئے بطور لباس نہیں بنائی گئیں بلکہ مرد بھی عورتوں کے لئے بطور لباس بنائے گئے ہیں۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۴؎ محض عورت مرد کے لئے لباس نہیں بلکہ مرد بھی عورت کے لئے لباس ہے اور ذمہ داریاں دونوں کی برابر ہیں۔ ہاں درجوں میں تفاوت ہے جیسے اشتراک اور تعاون قائم رکھنے کے لئے پریذیڈنٹ اور امیر کو درجہ دیا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑا اگر اس کو کچھ فائدہ ہے تو یہی کہ اس کی رائے زیادہ سنی جائے گی۔ حقوق میں وہ کوئی زیادہ نفع حاصل نہیں کرسکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ ۵؎ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس مسئلہ کو نہ سمجھو گے اور تقویٰ سے کام لے کر عورتوں کے حقوق کی حفاظت نہ کرو گے تو یاد رکھو تم پر بھی ایک اور ہستی نگران ہے۔

آج اہل یورپ کہتے تو ہیں کہ ہم عورتوں کے حقوق ان کو دیتے ہیں حالانکہ انہوں نے

دیئے نہیں بلکہ عورتوں نے اپنے حقوق ان سے چھینے ہیں۔ لیکن اسلام نے نہایت خوشی کے ساتھ عورتوں کو حقوق دیئے ہیں اور اس وقت دیئے ہیں جب عورتوں نے اپنے حقوق مانگے بھی نہیں تھے بلکہ اسلام نے تو ان کو حقوق اس وقت دیئے ہیں جب عورتیں حق مانگنا تو درکنار اپنا حق ہی کچھ نہ سمجھتی تھیں اور ان کی زندگی نوکروں اور غلاموں بلکہ جانوروں کی طرح بسر ہوتی تھی۔

پس قبل اس کے کہ عورتیں اپنے حقوق مردوں سے طلب کریں۔ مردوں کو چاہئے کہ ان کے حقوق ان کو دے دیں تا اللہ تعالیٰ کا منشاء جھگڑوں اور فسادوں کے ذریعہ پورا نہ ہو بلکہ اس کے حکم کے ماتحت ہم اس کے منشاء کو پورا کرنے والے بنیں کہ اس میں اسلام کی بھی عزت ہے۔

(الفضل ۳۱۔ جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۵)

۱؎ الفضل ۲۲ جون ۱۹۲۵ء صفحہ ۱
۲؎ الحشر : ۱۹
۳؎ الروم : ۲۲
۴؎ البقرۃ : ۱۸۸
۵؎ النساء : ۲